قانون عُشر وزکوٰۃ

کا

اجمالی خاکہ اور تجزیہ

ملک خدا بخش بُچہ سابق وزیر وزارت زراعت مغربی پاکستان

صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے ۲۰ رجون ۱۹۸۰ء کی سہ پہر مرکزی جامع مسجد اسلام آباد سے نفاذ نظام زکوٰۃ و عشر کا اعلان فرمایا۔ اور اسی روز بذریعہ آرڈیننس نمبر ۱۸ بابت ۱۹۸۰ء اسے ملک میں نافذ کر دیا۔ اس کے بعد میری معلومات کے مطابق دو ترجیحی آرڈیننس مؤرخہ ۲۹ راکتوبر ۱۹۸۰ء اور مورخہ ۲۶ رفروری ۱۹۸۳ء کو جاری ہوئے۔ اور اس قانون کے تحت کئی قواعد مرتب اور نافذ ہوتے رہے۔

۲۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ اس سے قبل کسی اسلامی ملک نے کسی وقت بھی اس قسم کا جامع قانون جاری نہیں کیا۔ حکومت پاکستان بجا طور پر فخریہ یہ دعوٰے کر سکتی ہے کہ اس نے پہلی دفعہ نظام زکوٰۃ و عشر کو قانونی شکل دی۔ اور اس پر وزارت مذہبی امور قابل مبارکباد ہے۔ قانون کو جامع سہل واضح اور قابلِ عمل بنانے کی نہایت ہی قابلِ قدر کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے کہ تجربہ کے بعد اور حالات واقعات کی روشنی میں

اسے مکمل کیا جا سکے گا۔ اس طرح دیگر اسلامی ممالک کے لئے یہ قانون مفید رہنمائی کا باعث بنے گا۔

۳۔ اغراض و مقاصد

صدر مملکت نے اپنی تاریخی تقریر مورخہ ۲۰ رجون ۱۹۸۰ء میں وضاحت فرمائی۔

(الف) زکوٰۃ کی ادائیگی جس کے متعلق قرآن مجید میں سو سے زیادہ مرتبہ تاکید کی گئی ہے اور جو اسلام کے رفاہی اور فلاحی نظام کا نہایت اہم ستون ہے۔ ۲۰ رجون ۱۹۸۰ء کے بعد پاکستان میں اس کی وصولی بذریعہ قانون ہوا کرے گی۔ تاکہ اس وصولی سے ضرورت مندوں کی حاجتیں پوری ہو سکیں۔ اور

(ب) زکوٰۃ کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹنے یا منجمد نہ ہونے پائے کیونکہ دولت کا چند ہاتھوں میں جمع ہونا معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں اسلام نے اپنے پیروکاروں کو رزق حلال کمانے کی پوری آزادی دی ہے، اور جائیداد یا بینک بیلنس پر کوئی حد مقرر نہیں کی۔ وہاں اس نے یہ بھی لازم قرار دیا ہے کہ اپنی کمائی کا ایک خاص حصہ مسکینوں یتیموں بیواؤں اور دیگر حاجت مندوں کے لیے وقف کر دیں تاکہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے اس کے تمام بندے مستفید ہوتے رہیں اور خالق اور مخلوق کے درمیان ایک مسلسل اور مستقل رابطہ قائم رہے۔

قانون کی رو سے حسب ذیل وضاحت کی گئی:

(الف) چونکہ ایک اسلامی مملکت ہونے کی حیثیت سے پاکستان میں اسلامی احکام

پر عملدر آمد کے لیے احکام وضع کرنا ضروری ہے اور چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں قرار دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ترتیب دے سکیں۔

(ب) اور چونکہ زکوٰۃ بشمول عشر اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔ اور چونکہ زکوٰۃ اور عشر کی تحصیل اور تقسیم کی بنیادی غرض وغایت حاجت مندوں ناداروں اور غریبوں کی مدد کرنا ہے۔ اور چونکہ شریعت میں زکوٰۃ اور عشر کی وصولی کی شرحوں اوران مدّوں کی بھی صراحت کر دی گئی ہے۔ جن کے لیے زکوٰۃ اور عشر کی رقم استعمال کی جا سکتی ہے۔

(ج) اور چونکہ شریعت میں ایسے تمام مسلمانوں کو جو صاحبِ نصاب ہوں۔ زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے اور مملکت کو ان کی باقاعدہ تحصیل، صرف اور استعمال کا انتظام کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا قانون عشر و زکوٰۃ نافذ کیا جاتا ہے۔ تاکہ شریعت کے احکامات بابت عشر و زکوٰۃ کی تعمیل ہو سکے۔ اس مضمون میں اس قانون کی ان دفعات کی وضاحت اور تجزیہ کیا جائے گا۔ جو عشر کے متعلق ہیں۔

۴۔ اطلاق قانون کی رو سے ہر مسلم مالک اراضی، عطیہ دار، تعین دار، پٹے دار یا زمین دار سے فصل ربیع ۸۳-۱۹۸۲ کی پیداوار پر اس کے حصہ کے پانچ فی صد کی شرح سے لازمی طور پر عشر عائد اور وصول ہوگا۔ مگر حسب ذیل مسلم مالکان اس لازمی وصولی سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(الف) جو حلفیہ بیان مقامی عشر و زکوٰۃ کمیٹی کو پیش کرے۔ کہ وہ ایسے تسلیم شدہ فقہ اسلامی کا پیرو ہے (اور یہ کہ اپنے عقیدے اور تسلیم شدہ فقہ کے مطابق وہ

اس بات کا پابند نہیں ہے کہ وہ قانون زکوٰۃ و عشر ۱۹۸۰ء میں دیئے ہوئے طریقے سے عشر ادا کرے اس حلفیہ بیان پر دو عینی گواہوں کے دستخط ہوں گے

ب۔ جس مسلم مالک کی پیداوار پانچ وسق (۹۴۸ کلوگرام) گندم یا اس کی مالیت کے برابر یا اس سے کم ہو۔ اور

ج۔ جو مسلم مالک خود مستحق زکوٰۃ ہو۔

ان کے علاوہ تمام مسلم مالکان اراضی سے پیداوار پر عشر لازمی طور پر وصول ہوگا۔ مگر مزارعین کو اپنے حصہ پیداوار پر لازمی عشر نہیں دینا پڑے گا وہ بھی اس لازمی ادائیگی سے مستثنیٰ ہوں گے۔ البتہ ان سے یہ توقع کی جارہی ہے کہ وہ خود اپنے حصہ پیداوار پر اختیاری طور سے عشر ادا کر کے شریعت کے احکام کی پابندی کریں گے۔

۵۔ مندرجہ بالا اطلاق والے قانون کے متعلق حسب ذیل گذارشات قابل غور ہیں

(الف) مسلم مالکان دو حصوں میں منقسم ہو جائیں گے۔ یعنی عشر لازمی طور پر دینے والے اور اپنے منفرد فقہ کی بنا پر عشر نہ دینے والے۔ حکومت نے یہ فیصلہ فقہی مجبوریوں کے تحت کیا ہے اور اس کے مضمرات یا اثرات کے متعلق حکومت نے یقیناً غور و خوض کر لیا ہوگا۔ خدشہ یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ چند اشخاص عشر سے بچنے کے لیے مجوزہ قسم کے بیانات حلفی نہ دینے شروع کر دیں۔ اور اس طرح عشر کی ادائیگی سے بچ جائیں۔ یہ تو واضح ہے کہ عشر کی شرح موجودہ مالیہ کی شرح سے بہت زیادہ ہوگی۔ لہٰذا اس قسم کے رجحان کا پیدا ہونا بعید از قیاس نہیں۔ اس کا تدارک تو اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایسے لوگوں کی شرح مالیہ میں اضافہ کر کے عشر کی

سے شرح سے تطابق پیدا کر دیا جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
اس طرح سے اس قسم کے رجحانات کا سدِ باب ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو صورت حال عجیب ہو جائے گی یعنی اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مسلم مالکان تو عشر کی صورت میں زیادہ رقومات دے رہے ہوں گے۔ مگر غیر مسلم مالکان یا بیان حلفی دینے والے مسلم مالکان عشر سے بہت کم رقومات بطور مالیہ ادا کر رہے ہوں گے۔ مجھے یقین ہے کہ اس مسئلہ کے اس پہلو پر حکومت ضرور غور کر رہی ہو گی۔ اور اس کا کوئی قابل عمل اور قابل قبول حل تجویز کر لیا جائے گا

(ب) چھوٹے مالکان کے استثناء کی جو صورت قانون میں رکھی گئی ہے۔ وہ بھی قابل نظر ثانی ہے۔ اس کے متعلق مجلس شوریٰ کی عشر کمیٹی کا تجزیہ پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

" ۱۹۵۸ کی زرعی اصلاحات کے مطابق پنجاب اور سرحد میں ساڑھے بارہ ایکڑ اور سندھ میں سولہ ایکڑ زرعی اراضی کو گذارہ یونٹ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً گذارہ یونٹ یا اس سے کم رقبہ کے مالکان کو حکومت کی طرف سے مراعات ملتی رہی ہیں۔ ۱۹۷۲ء کے اعداد و شمار کے مطابق زرعی فارموں کا ۶۸ فی صد رقبہ ساڑھے بارہ ایکڑ یا اس سے کم ہے اور ان فارموں کا زیر کاشت رقبہ کل کاشت شدہ رقبہ کا صرف ۲۴ فیصد ہے دس سال گذر جانے کے بعد چھوٹے فارموں اور ان سے مراعات پانے والوں کی تعداد میں اضافہ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

" شرعی لحاظ سے زرعی پیداوار کا نصاب پانچ وسق ہے۔ عشر آرڈیننس

سنہ ۱۹۸۰ء کے مطابق پانچ وسق (۴۰ ۹ کلوگرام) گندم کی مالیت کو عشر کا نصاب مقرر کیا گیا ہے۔ اس کی رو سے ۱۹۷۵ء تا ۱۹۸۰ء کی اوسط پیداوار اور گندم کی مروجہ قیمت یعنی ۴۵ روپیہ فی کوئنٹل کے مطابق پنجاب میں ۱۲ ایکڑ زرعی اراضی کے مالک کو تقریباً ۴۴ روپیہ ۵۰ پیسے فی ایکڑ سندھ میں ۹ ایکڑ کے مالک کو تقریباً ۳۶ روپیہ فی ایکڑ اور سرحد اور بلوچستان کے ۱۳ ایکڑ کے مالکان کو تقریباً ۲۳ روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے عشر ادا کرنا ہوگا۔ کمیٹی کی رائے میں اتنے معمولی وسائل اور کم آمدنی والے کاشت کاروں سے عشر کی لازمی وصولی بہت سے مسائل کو جنم دے گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسے چھوٹے کاشتکاروں کو تھوڑی مدت کے لئے رعایت دے دی جاوے۔ حکومت نے عشر آرڈی ننس میں پہلے بھی بعض مراعات کی گنجائش رکھی ہے۔ مثلاً بارانی کاشت کاروں سے فصل کا عشر دس فیصد لازماً وصول کرنے کی بجائے ۵ فیصد لازماً اور ۵ فیصد رضاکارانہ طور پر ادا کرنے کی رعایت دی ہے۔ اس طرح مزارعین سے عشر کی وصولی صرف رضاکارانہ ہوگی۔ کمیٹی پُر زور سفارش کرتی ہے کہ چھوٹے کاشتکاروں کی مشکلات کے پیش نظر عشر کے نفاذ کو یقینی اور قابل عمل بنانے کے لیے اس کی لازمی وصولی کی حد دس وسق قرار دی جائے۔ اور پانچ سے دس وسق تک فصل برداشت کرنے والوں سے عشر رضاکارانہ بنیادوں پر وصول کیا جاوے اور یہ رعایت تجربتہً پہلے تین سال کے لیے دی جاوے۔"

یہاں یہ ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج کل ایسے مالکان جن کی ملکیت

۱۲۵ ایکڑ آبپاش رقبہ یا اس سے کم ہے، ان سے کوئی مالیہ یا ٹیکس وصول نہیں ہوتا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ مجلس شوریٰ کی کمیٹی کی اس اہم سفارش کو ابھی تک منظور نہیں کیا گیا۔ بہرحال توجہ اور غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا مزارعین کی طرح چھوٹے مالکان کے لیے ادائیگی رضاکارانہ کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

(ج) یہ امر بھی غور طلب ہے۔ کہ آیا نصاب کے لیے گندم کا انتخاب زیادہ موزوں ہے اس سلسلہ میں بھی عشر کمیٹی کی حسب ذیل رائے قابلِ غور ہے۔

"عشر آرڈیننس ۱۹۸۰ء میں گندم کو اعتبار نصاب کے لیے منتخب کیا گیا ہے جو انصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ ایک طرف تو گندم کی قیمت حکومت متعین کرتی ہے۔ جو اکثر اوقات بازاری قیمت کے مقابلہ میں کم ہوتی ہے دوسرے گندم کی قیمت دوسری اجناس کے مقابلہ میں عام طور پر کم ہوتی ہے۔ جیسا کہ کراچی کے مارکیٹ ریٹ سے ظاہر ہے۔ جہاں گذشتہ ہفتہ گندم کی مروجہ قیمت ۲۴۳ روپیہ فی کوئنٹل کے مقابلہ میں چنے کی قیمت ۵۵۰ روپیہ، مکئی کی ۲۲۰ روپیہ، جوار کی ۲۴۰ روپے اور باجرہ کی ۳۳۰ روپے فی کوئنٹل تھی۔ یہ انتخاب صاحبِ مال سے بے انصافی ہے۔

اس لیے کمیٹی یہ تجویز کرتی ہے کہ گندم کی بجائے چنے۔ مکئی اور گندم کی اوسط قیمت کو عشر کی تشخیص کا معیار مقرر کیا جائے:

یہ نہایت ہی معقول و قابل عمل تجویز ہے اور اس پر عملدرآمد سے معیار کی سطح مناسب اور قابل قبول ہو جائے گی۔

(د) کاشت کار طبقہ کی تقسیم سے بھی کچھ مشکلات پیدا ہونے کا امکان ہے یعنی مزارعین کے لئے تو عشر رضاکارانہ ہے۔ مگر چھوٹے کاشتکاروں کے لیے

یہ لازمی ہے۔ بہرحال وقت کے ساتھ لوگ اس سے مانوس ہوجائیں گے۔
بعض کاشتکار مالک بھی ہیں۔ اور مزارع بھی۔ ان کو دو قسم کے مواجبات کا فکر کرنا
پڑے گا۔

● ــــ اس امر کی تشریح قانون میں موجود نہیں ہے کہ کس قسم کے مالکان عشر کی لازمی وصولی سے مستثنیٰ ہوں گے۔ مثلاً آیت مبارکہ نمبر ۶ سورۃ توبہ کی رو سے مقروض مستحق زکوٰۃ ہے۔ مگر قانون میں اس کی وضاحت نہیں کی گئی۔ بلکہ قرض حسنہ بھی قواعد کی رو سے نہیں دیا جا سکتا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا مقروض کاشتکار عشر کی لازمی ادائیگی سے مستثنیٰ ہوں گے؟ یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں، کہ کاشتکار بالعموم مقروض ہوتے ہیں۔ توضیح طلب امر یہ ہے کہ کس قسم کے مقروض کو یہ رعایت دی جائے گی، اور کن حالات میں اور اس کا کس طرح تصفیہ ہو سکے گا۔ ایک رائے یہ بھی دی جا رہی ہے کہ جو مقروض بنک و کواپریٹو سوسائٹی یعنی سرکاری اداروں کے ہیں، ان کی تصدیق پر ایسے مقروض مستثنیٰ کر دیئے جاویں۔ بہرحال یہ اہم مسئلہ فیصلہ طلب ہے۔ امید ہے کہ حکومت اس کے متعلق جلد واضح اور قابلِ عمل ہدایات جاری کر دے گی۔ تاکہ مختلف علاقوں میں مختلف عمل ہونا نہ شروع ہو جائے۔

۶۔ شرح عشر قانون کی رو سے ہر مالک زمین کو اپنے حصہ پیداوار کے پانچ فیصد کی شرح سے لازمی بنیاد پر عشر ادا کرنا پڑے گا مگر عشر کا بار شمار کرتے ہوئے اپنی پیداوار کا ایک چوتھائی حصہ اخراجات کے لیے رعائت کے طور پر کم کرانے کا مستحق ہوگا۔ باخبر لوگوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ پیداواری اخراجات بصورت آب پاشی اراضی از ٹیوب ویل ایک تہائی اخراجات کے لئے کم کرنے کا حق بھی

دیا گیا ہے۔ اس کے متعلق قانون کی ترمیم تو میری نظر سے نہیں گزری مگر قواعد مجریہ ۲۷ مارچ ۱۹۸۳ء کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر زرعی پیداوار ایسی زمین پر ہوئی ہے جو ٹیوب ویلوں سے سیراب ہوتی ہے تو چھوٹ برائے تخمینہ سازی مطالبہ عشر کے ایک تہائی کے برابر ہوگی۔ اس کے متعلق حسب ذیل گذارشات قابل توجہ ہیں :

۱۔ پیداواری اخراجات کی بنا پر چھوٹ ایک تہائی یا ایک چوتھائی کے متعلق کاشتکار طبقے نے کئی مرتبہ مطالبہ کیا ہے کہ یہ چھوٹ حقیقت پسندانہ نہیں ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر خصوصی کمیٹی برائے عشر کی سفارشات نقل کر دی جائیں۔

"عشر آرڈیننس ۱۹۸۰ء کے تحت مختص علیہ کو فصل کی مجموعی پیداوار کا ایک چوتھائی رعایت کے طور پر کم کرنے کا حق دیا گیا ہے اس رعایت کو عام طور پر پیداواری لاگت تصور کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے ملک کے طول و عرض سے کمیٹی کو زراعت سے متعلق تنظیموں۔ ماہرین زراعت اور معروف کاشتکاروں کی طرف سے مراسلے موصول ہوئے ہیں۔ جن میں پیداواری لاگت کو اعداد و شمار اور حقائق کی بنیاد پر ایک چوتھائی سے بہت زیادہ ثابت کیا گیا ہے اور ایک چوتھائی چھوٹ کو انتہائی کم۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ دَور میں زراعت نے خاندانی پیشے کی بجائے ایک سائنسی اور کاروباری پیشے کی شکل اختیار کر لی ہے اور پیداواری لاگت میں روزافزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔"

جہاں تک عشر کی تشخیص کرتے وقت ایک چوتھائی رعایت دینے کا تعلق ہے یہ غالباً رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی بناء پر دی گئی ہے۔ جس میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تخمینہ لگاؤ تو اس کے مطابق وصول کرو لیکن ایک تہائی یا کم از کم ایک چوتھائی چھوڑ دو۔ (سہل بن ابی حثمہؓ)

اس حدیث کو ائمہ کے ایک گروہ نے صحیح قرار دیا ہے اور جابر کی ایک حدیث مرسل اس کو تقویت پہنچاتی ہے نیز آثار صحابہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جب رعایت دینا ہی مقصود ہے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق زیادہ سے زیادہ رعایت کیوں نہ دی جائے۔ اس لیے کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ عشر آرڈی ننس میں دی گئی ایک چوتھائی رعایت کو بڑھا کر ایک تہائی کر دیا جائے ابھی تک اس سفارش کے منظور ہونے کا اعلان میری نظر سے نہیں گزرا اور قانون کی رو سے ہر اس اراضی جو ٹیوب ویل سے سیراب نہیں ہوتی ہے کی پیداوار میں رعایت ایک چوتھائی ہی مقرر ہے۔ ماہرین زراعت نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ اس سے عشر کا بوجھ چھوٹے کاشتکاروں کے لیے ناقابل برداشت ہو جائے گا قواعد میں البتہ یہ گنجائش موجود ہے کہ پیداوار کا تخمینہ لگاتے وقت اوسط کم سے کم رکھی جائے اور قیمت بھی کم سے کم۔ بہرحال یہ امید کی جا سکتی ہے کہ عشر کا تخمینہ لگاتے وقت قواعد کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عشر کے بوجھ کو قابل برداشت بنایا جائے گا۔

۲۔ پیداواری اخراجات میں ٹیوب ویل ایک اہم عنصر ہیں ان سے آب پاش ہونے والے رقبے کے لیے صرف ۸ فیصد کی چھوٹ کم معلوم ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں عشر کمیٹی کا حسب ذیل تجزیہ قابل توجہ ہے۔

"زراعت پیشہ حضرات کی تنظیموں۔ ماہرین زراعت و معاشیات معروف کاشتکاروں اور مجلس شوریٰ کے تجربہ کار زراعت پیشہ اراکین نے پاکستان میں مختلف ذرائع آب پاشی پر اٹھنے والے اخراجات میں

بہت زیادہ فرق کی طرف کمیٹی کی توجہ دلائی ہے اور یہ مطالبہ کیا ہے کہ عشر کی تشخیص کرتے وقت پانی کی بہم رسانی پر اٹھنے والے اخراجات یا لاگت کو لازماً مدنظر رکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کا زرعی معیشت پر برا اثر پڑے گا جو کاشتکاروں اور ملک و قوم کے لیے یکساں نقصان کا موجب بنے گا۔"

پاکستان میں دنیا کا مشہور نظام آب پاشی سب سے سستا اور معروف طریقہ آب پاشی ہے۔ اس کے علاوہ گذشتہ چند سالوں میں ٹیوب ویلوں کے ذریعے آبپاشی میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ ۷۹-۱۹۷۸ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں بجلی سے چلنے والے ٹیوب ویلوں کی تعداد ۷۷،۱۰۷ اور ڈیزل والے ٹیوب ویلوں کی تعداد ۱۰۰،۷۰۴،۰۶ ہے اور ان کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پاکستان میں سبز انقلاب لانے میں ٹیوب ویلوں نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ مزید براں زراعت کی مہلک بیماری جسے سیم اور تھور کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس پر ٹیوب ویلوں کے استعمال اور رواج سے ہی کسی حد تک قابو پایا گیا ہے۔ اس لئے یہ اشد ضروری ہے کہ سیم اور تھور پر قابو پانے کے لئے ٹیوب ویلوں کا استعمال نہ صرف جاری رکھا جائے بلکہ اس میں ممکنہ حد تک اضافہ کیا جائے ورنہ پاکستان کی زرعی معیشت تباہ ہو جائے گی اس لئے کاشت کاروں کو ٹیوب ویل استعمال کرنے کی ترغیب دینا قومی مفاد کے عین مطابق ہے۔

جہاں ٹیوب ویل کا چلانا قومی مفاد میں ہے وہاں اس کی لاگت کاشت کار پر بڑا بوجھ اور اس کے پیداواری اخراجات میں اضافہ کا موجب بنتی ہے۔

پاکستان میں نہری آب پاشی کے مقابلے میں بجلی سے چلنے والے ٹیوب ویل کے ذریعے آبپاشی کرنے پر تقریبًا چار گنا خرچ آتا ہے اور اگر یہ ٹیوب ویل ڈیزل سے چلایا جائے تو نہری آبپاشی کے مقابلے میں تقریبًا ۸ گنا لاگت آتی ہے۔ شرعی لحاظ سے بارانی پیداوار پر عشر اور آبپاشی کے دوسرے طریقوں سے حاصل کردہ پیداوار پر نصف عشر وصول کیا جاتا ہے کیوں کہ ٹیوب ویل نہ صرف آبپاشی کرتا ہے بلکہ وہ زمین کو سیم وتھور جیسی مہلک بیماری سے بھی بچاتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ٹیوب ویل چلانے پر اُٹھنے والے اخراجات کو عُشر کی تشخیص کرتے وقت مناسب حد تک وضع کیا جاوے۔

اگر ٹیوب ویل سے آبپاشی کرنے والے کاشت کاروں کو یہ رعایت نہ دی گئی جس کے وہ مستحق ہیں تو اس سے نہ صرف لاکھوں کاشت کاروں کو نقصان پہنچے گا بلکہ قومی زرعی پیداوار کے بڑھانے میں یہ کاشت کار جو اہم کردار ادا کر رہے ہیں اس پر بھی بُرے اثرات مرتب ہوں گے یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ زرعی پیداوار بڑھانا ملک وقوم کی عین خدمت ہے اس کارِ خیر میں کاشت کار بھرپور حصّہ لے رہے ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے بھی مخلوق خدا کے لئے غذا پیدا کرنا کارِ ثواب ہے اس لئے مسئلے کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے کمیٹی یہ سفارش کرتی ہے کہ بجلی سے چلنے والے ٹیوب ویلوں کے ذریعے سیراب ہونے والی فصلوں پر ایک تہائی رعایت کے بجائے چالیس فیصد اور ڈیزل کے ذریعے چلنے والے ٹیوب ویلوں کے ذریعے حاصل کردہ فصلوں پر ۵۰ فیصد پر رعایت دی جاوے اگرچہ ممکن نہیں تو حکومت ان کی مالی امداد کرے یا کسی اور آسان اور قابلِ عمل صورت میں ٹیوب ویل چلانے پر اُٹھنے والے اخراجات کا بوجھ ہلکا کرے۔

عشر کمیٹی نے بڑی وضاحت اور مؤثر دلائل سے ٹیوب ویل سے حاصل کردہ پیداوار کے متعلق تجاویز پیش کی ہیں۔ پتہ نہیں کہ اس پر حکومت نے ابھی تک کوئی فیصلہ کیا ہے یا کہ نہیں اگر ۳ فیصد والی رعایت کو ہی مناسب تصور کر لیا گیا ہے تو یہ ناکافی ہے اور اس سے اُن نقصانات کا احتمال بڑھ جاتا ہے جن کا ذکر عشر کمیٹی نے بالتفصیل کیا ہے۔ شاید حکومت اس کے ازالے کی توقع کم سے کم اوسط پیداوار اور کم سے کم قیمت کی صورت میں کر رہی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ عملی صورت کیا ظاہر ہوتی ہے اگر اس سے ٹیوب ویلز کی تعداد میں اضافہ رُک گیا ہے اُن کی موجودہ تعداد میں کمی واقع ہوئی تو یہ ایک المیہ بھی ہوگا اور نقصان عظیم بھی۔ مجھے یقین ہے کہ حکومت مناسب اقدامات بموجب سفارش عُشر کمیٹی کرنے کے متعلق غور و خوض کر رہی ہوگی۔

۳۔ پیداواری اخراجات والا مسئلہ خاصا اہم معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو حکومت نے بھی اعلان نہیں کیا کہ ۵ ۲ یا ۳ ۲ فیصد پیداواری اخراجات ہوتے ہیں نہ ہی اس قسم کا اعلان حقیقت پسندانہ ہوتا۔ قانون میں اِس چھوٹ کو رعایت کا نام دیا گیا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ حکومت کسی شرعی مجبوری کے تحت اس سے زیادہ چھوٹ دینے کو درست نہیں سمجھتی۔ کاشت کاروں کا نظریہ یہ ہے کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بارانی اور آبپاشی اراضی کے عشر میں تفاوت رکھنا ضروری خیال فرمایا اور اس کے بعد چوتھائی یا تہائی کی چھوٹ کا بھی ذکر فرمایا تو اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اخراجات کو عشر وصول کرتے وقت ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اہم مسئلے کے متعلق عشر کمیٹی کی سفارش کی طرف حکومت کی توجہ منعطف کرائی جائے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے پیداواری لاگت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ کاشت میں نمو کی گنجائش اگر مفقود نہیں ہوئی تو بہت کم رہ گئی ہے اسلام دین فطرت ہے اور عملی زندگی میں اقتصادی اور معاشی تقاضوں کو نظر انداز نہیں کرتا۔ عشر اسلام کے اجتماعی نظام کا حصہ ہے۔ اسی لئے فصلوں کے اخراجات اور واجبات کو وضع کرنے کے مسئلے پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اور پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، کہہ دو جو فاضل بچ رہے" (بقرہ: ۲۱۹)

سہل بن ابی حثمہؓ کی حدیث جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور اس کی تائید میں جو دوسری احادیث آثار صحابہؓ منقول ہیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ارباب اموال کی ضروریات اور حالات کا اندازہ کرتے ہوئے نرمی برتنا اور ان کے لئے تخفیف کرنا ضروری ہے۔ صاحب مال اور اس کے گھر والوں کی معقول ضرورتوں کی رعایت کرنی چاہیئے اور واجب مقدار کا اندازہ لگاتے وقت ان حالات کا بھی اندازہ لگانا چاہیئے جو تخفیف کے متقاضی ہیں۔

بہت سے فقہاء جن میں ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ پیش پیش ہیں۔ اس بات پر متفق ہیں کہ جو خرچہ زمین اور پیداوار پر کیا گیا ہو اسے ادا کر کے بقیہ کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اسی طرح مکحولؒ سے روایت ہے کہ مقروض سے زکوٰۃ نہ لی جائے تاوقتیکہ وہ اپنا قرض ادا نہ کرے اس کی دلیل میں یہ بیان کافی ہے کہ جو شخص مقروض ہو وہ خود صدقہ کا مستحق ہے تو اس سے

صدقہ کس طرح وصول کیا جا سکتا ہے۔

دورِ حاضر میں بھی علماء کرام نے اس بات پر زور دیا ہے کہ حالات حاضرہ کا جائزہ لیا جانا چاہیئے اور اس مسئلے کی گہرائی میں دیکھنا چاہیئے۔ پاکستان میں عشر کے نفاذ کا آغاز ہے اور کمیٹی کسی ایسے اقدام کی سفارش نہیں کرنا چاہتی جس پر اختلاف ہو یا جو نظام عشر کے نفاذ میں رکاوٹ بنے۔ لیکن حالات اور وقت کا تقاضا ہے کہ اس مسئلے کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ اور اس پر تحقیق کی جائے۔ پاکستان کو چونکہ نظام عشر کے نفاذ کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ اس لئے ایسے اہم مسائل پر تحقیق کا فرض بھی اسے ادا کرنا چاہیئے۔

دراصل یہ مسئلہ حل طلب ہے کہ کیا عشر کی ادائیگی بعد منہائی پیداواری اخراجات ہو۔ اگر حکومت نے اس کا فیصلہ کر لیا کہ جائز پیداواری اخراجات دینے مناسب ہیں تو پھر اس کا تعین پلاننگ کمیشن پاکستان اور زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے اعداد و شمار کے مطابق کیا جانا مشکل نہیں رہے گا۔ بہرحال یہ مسئلہ جلد یا بدیر حقیقت پسندانہ بنیادوں پر حل کرنا پڑے گا۔

۴۔ پیداواری اخراجات کے علاوہ کٹائی، چنائی، صفائی پر بھی خاصے اخراجات ہوتے ہیں۔ کاشت کاروں کا یہ موقف ہے کہ ان کو بھی پیداواری اخراجات میں شامل کیا جائے۔ یہ مطالبہ کوئی خاص مشکل پیدا نہیں کرے گا کیونکہ عشر تو عشر گذار کے حصہ پیداوار پر لگے گا اور یہ حصہ بالعموم بعد اخراجات برداشت فصل حاصل ہوتا ہے۔ آج کل فصل کے برداشت کے اخراجات بھی خاصے ہو گئے ہیں اس لئے کاشت کاران کے متعلق بھی تقاضا کرتے رہتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ عشر ڈسٹرکٹ کمیٹی کی طے کردہ اوسط پیداوار و اوسط قیمت پر لگے گا اس لیے یہ خدشہ پیدا ہو جاتا ہے کہ شاید یہ اخراجات ملحوظ خاطر نہ رکھے جاویں۔ مجھے یقین واثق ہے کہ ڈسٹرکٹ کمیٹی تخمینہ لگاتے وقت سب امور کو مدنظر رکھے گی اور اگر ایسا ہوا تو پھر کاشتکاروں کو متردد ہونے کی ضرورت نہیں۔

۵۔ ایک اور پہلو بھی اس مسئلے کا توجہ طلب ہے کہ اوسط پیداوار اور قیمتوں کو کم رکھنے کے لیے کیا معیار ہوگا۔ باخبر لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے متعلق حکومت نے مفصل ہدایات دی ہیں اور چونکہ یہ اندازے ڈپٹی کمشنر ضلع کے مشورے سے کیے جائیں گے لہٰذا یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ حکومت کی منشا کے مطابق ایسے ہوں گے کہ کسی کاشتکار کو کسی قسم کے نقصان کا احتمال نہیں ہوگا۔ بہرحال یہ اس مسئلہ کا نہایت اہم پہلو ہے۔

۶۔ ایک اور خدشہ کا بھی اظہار کیا جا رہا ہے کہ مختلف ڈسٹرکٹ کمیٹیاں مختلف اندازے لگائیں گی اور اس سے مختلف اضلاع میں مختلف شرح عشر نمودار ہوگی۔ یہ خدشہ بے بنیاد معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ہر ڈسٹرکٹ کمیٹی نے یہ تخمینے اپنی صوابدید سے لگانے ہیں اور ان میں اختلاف ناگزیر ہے۔ اس خدشے کو اس طرح دور کیا جا سکتا ہے کہ ہر صوبے کی ڈسٹرکٹ کمیٹیوں کے چیئرمینوں کو کہا جائے کہ وہ اپنے تخمینے لے کر ایک مرکز پر جمع ہو جائیں اور بعد بحث و تمحیص اور مشورہ افسرانِ متعلقہ ان تخمینوں کی جانچ پڑتال کریں اور پھر ڈسٹرکٹ کمیٹی ان مشوروں اور بحث کی روشنی میں ان تخمینوں کو پختہ کرے۔ اگر ڈسٹرکٹ کمیٹی [illegible] تو پھر حکومت کو

بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا یہ تو واضح ہے کہ ان تخمینوں میں یکسانیت پیدا نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر علاقے کے حالات اور ہر علاقے کی زمینوں کی پیداواری صلاحیت مختلف ہے۔ مگر ان میں بڑا تفاوت بھی قابل پذیرائی نہیں ہوگا۔

۷۔ ایک مشکل بھی درپیش آسکتی ہے۔ پاکستان میں متعدد اقسام کی فصلیں کاشت کی جاتی ہیں۔ ان سب کی اوسط نکالنا اور اسے قابل قبول بنانا بھی مشکل ہو جائے گا علاوہ ازیں مخلوط فصلیں بھی کاشت ہوتی ہیں۔ مثلاً سبزیات کی کئی اقسام ہیں۔ ان کی اوسط پیداوار اور پھر ان کی قیمتیں مقرر کرنا بھی خاصا مشکل ہو ہوگا۔ ایک خدشہ کاشتکاروں کو یہ بھی ہے کہ ڈسٹرکٹ کمیٹی یا ڈپٹی کمشنر صاحبان شہروں میں قیمت اجناس سے متاثر ہو کر زیادہ قیمتیں مقرر نہ کر دیں اور اخراجات متعلقہ باربرداری محصول چونگی، مارکیٹ کمیٹی کی فیس و دیگر اخراجات کو ملحوظ خاطر نہ رکھیں لیکن مجھے امید ہے کہ ان خدشات کا حکومت کو احساس ہو گا۔ اور ان کے ازالہ کی پوری کوشش کی جاوے گی۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی معاملات اور سوالات شرح عشر کے متعلق ہیں۔ مگر ان سب کا ذکر کرنا۔ اس مضمون میں مشکل ہے۔ انشاء اللہ ان کے متعلق بھی مزید تاثرات کا اظہار ہوتا رہے گا۔

۸۔ طریق کار | لازمی عشر لگانے کا طریق کار قانون اور قواعد کی رو سے یہ مقرر کیا گیا ہے کہ ہر ضلعی کمیٹی اپنے ضلع کو عشر سرکلوں میں تقسیم کرے گی اور یہ سرکل بالعموم وہی ہوں گے۔ جو آج کل مالیہ کی تشخیص کے لیے مقرر رہیں کیونکہ یہ سرکل اراضی کی نوعیت، آب پاشی کے وسائل، آمد و رفت کے ذرائع

قرب شہر وغیرہ کی بنا پر مقرر ہیں۔ سرکل کے لئے کمیٹی بمشورہ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع مختلف فصلوں کی اوسط پیداوار فی ایکڑ اور ان کی قیمت مقرر کرے گی۔ یہ پیداوار کم سے کم اور قیمت بھی کم سے کم ہو گی تاکہ کسی غریب کاشتکار کو نقصان نہ ہو۔ یہ تخمینہ ہر لوکل زکوٰۃ وعشر کمیٹی کو مہیا کر دیا جائے گا۔ محکمہ مال نے لوکل کمیٹی کو ہر گرداوری کے بعد زیر کاشت رقبہ معہ اجناس اسامی وار مہیا کرنا ہے۔ علاوہ ازیں ہر عشر گذار کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ خود مجوزہ فارم پر پیداوار اور قیمت کا اندازہ لگا کر عشر کی تشخیص مہیا کرے۔ اگر یہ خود تشخیص لوکل کمیٹی کو قبول ہو گی۔ تو اسی کی بناء پر عشر تشخیص کر دیا جائے گا۔ وہ لوکل کمیٹی اپنی صوابدید اور معلومات کے مطابق عشر ہر اسامی کے متعلق مجوزہ فارم پر مقرر کر دے گی اور اس کی مشتری اور عشر گذاروں کو اطلاع کرائی جائے گی۔ اگر کسی عشر گذار کو کمیٹی کا فیصلہ منظور نہ ہوا تو وہ کمیٹی سے نظر ثانی کرا سکتا ہے۔ اور بعد میں وہ تحصیل کمیٹی کے پاس اپیل بھی دائر کر سکتا ہے۔ مؤخر الذکر صورت میں اسے نصف جو مجوزہ عشر کی ہے ادا کرنی پڑے گی یہ طریق کار قانون اور قواعد کی رو سے تشخیص عشر کے متعلق کیا گیا ہے۔ بظاہر یہ طریق کار آسان، قابل فہم، قابل عمل نظر آتا ہے اس پر کس طرح عمل کیا جاتا ہے۔ اور عشر گذار کس قدر اس سے تعاون کرتے ہیں اور کمیٹی اپنے فرائض کو کس طرح ادا کرتی ہے۔ اور ڈسٹرکٹ کمیٹی اوسط پیداوار و اوسط قیمت کیا رکھتی ہے۔ اور جملہ کاغذات کی تیاری کیسے ہوتی ہے۔ یہ اور دیگر سوالات توجہ طلب ہیں۔ کیونکہ ان کی بنا پر ہی عشر سکیم کی کامیابی کا دار و مدار ہے۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ

جب تک لوکل کمیٹی کے پاس تربیت یافتہ عملہ نہ ہوگا۔ اور جب تک لوکل کمیٹی کے ممبران کو مکمل تربیت اور واقفیت قانون وضابطۂ اختیارات و فرائض سے نہ ہوگی۔ تب تک اس اسکیم کی کامیابی کے متعلق شکوک موجود رہیں گے۔ حکومت تربیت ممبران وعملہ کے متعلق پروگرام بنا رہی ہے۔ بلکہ اُس پر بعض جگہ عمل بھی شروع ہوچکا ہے۔ تربیت ممبران وعملہ بے حد ضروری ہے اور مسلسل مشورہ ورہنمائی کی بھی بیحد ضرورت ہے۔ کئی مسائل پیدا ہوں گے۔ جن کے متعلق لوکل کمیٹی حل کرنے میں رہنمائی کی ضرورت محسوس کرے گا۔ لہٰذا کمیٹی اور نگران عملہ میں رابطہ ضروری ہوگا۔ ابتدائی مراحل میں مشکلات ناگزیر ہیں۔ امید واثق ہے کہ تربیت۔ رابطہ۔ مشورہ اور رہنمائی سے ان کا حل ہوتا رہے گا۔ اور ممبر صاحبان بھی اپنے فرائض ادا کرتے وقت اپنی اہم ذمہ داری کا احساس کرتے رہیں گے۔

۹۔ **عشر کی وصولی**: کمیٹی جب ہر عشر گذار کی فصلات کی بناء پر مجوزہ فارم میں عشر کی واجب الوصول رقم کو متعین کردے گی۔ تو اُس کی اطلاع گاؤں مذکور میں مروجہ طریق پر کردے گی۔ اور اس کے متعلق نمبردار دیہہ کو مجوزہ فارم پر اطلاع دے گی۔ اور نمبردار وصولی عشر کا ذمہ دار ہوگا۔ اگر کمیٹی یہ محسوس کرے کہ عشر کی وصولی کے لئے کسی اور شخص کو مقرر کیا جاوے۔ تو وہ اس کی مجاز ہے مگر ایسے شخص سے ضمانت اور کفالت لی جاوے گی۔ ہر عشر گذار کو اس کی اجازت ہے کہ وہ خود عشر کی رقم داخل بنک مقررہ پر کردے۔ اگر کسی عشر گذار نے عشر کی رقم کو دینے میں لیت ولعل کیا۔ تو کمیٹی کا فرض ہے کہ اس سے بالمشافہ تقاضا کرے اور اُسے شرعی واجبات کی ادائیگی پر مائل کرے۔ اگر

تمام مساعی ناکام ہوں۔ تو پھر جو عشر گذاران باقیداران رہ جاویں۔ ان کی اطلاع کلکٹر صاحب ضلع کو دی جاویگی۔ تاکہ وہ اُنسے بطور بقایا مالگزاری وصول کریں۔ بقایا مالگذاری کی وصولی کیلئے باقیدار کو قید محض بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد بھی قرق ہو سکتی ہے۔ قانون وصولی بقایا مالگذاری ہمہ گیر اور سخت نوعیت کا ہے اور اس کی وصولی سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ امید کی جا سکتی ہے۔ کہ عشر گذاران یہ نوبت نہیں آنے دیں گے۔ اور وہ اپنے شرعی واجبات وقت پر دے کر ثواب دارین حاصل کریں گے۔

۱۰۔ عُشر کی رقوم کا استعمال: قانون عشر و زکوٰۃ ۱۹۸۰ء کی رو سے یہ رقوم حسب ذیل اغراض کے لئے استعمال ہوں گی:۔

الف: محتاج، نادار اور غریب خاص طور پر یتیموں، بیواؤں، معذوروں اور اپاہج اشخاص کی جو از روئے شریعت زکوٰۃ وصول کرنے کے مستحق ہوں گذر اوقات اور بحالی کے لئے امداد یا تو بلاواسطہ یا بالواسطہ یعنی دینی مدارس یا پیشہ وارانہ تربیتی اداروں یا سرکاری اسپتالوں، شفاخانوں دوا خانوں یا صحت کی تجربہ گاہوں کے ذریعہ سے۔

ب: زکوٰۃ اور عشر کی تحصیل۔ ادائیگی اور انصرام پر اخراجات۔

ج: کوئی دیگر غرض جس کی از روئے شریعت اجازت ہو۔

قانون مذکورہ کے اس اہم حصّہ کے متعلق حسب ذیل نکات قابل غور ہیں:

۱۔ سب سے پہلے تو اس شق کے متعلق تجزیہ کر لیا جاوے کہ وہ اور کونسی اغراض ہیں جن کی از روئے شریعت اجازت ہے۔ مؤدبانہ یہ عرض کیا جا سکتا ہے کہ اس شق کے ذریعہ صورت کچھ مبہم ہو گئی ہے۔ اور اس پر عملدرآمد کے دوران

خامی پیچیدگیاں پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اختلاف عمل سے بدگمانی اور ضیاع کا اندیشہ ہے۔

احکام خداوندی کی رو سے مقروض کو امداد دی جا سکتی ہے۔ اور اُس کا قرضہ اتارا جا سکتا ہے۔ مگر قواعد قانون عشر و زکوٰۃ کی رو سے زکوٰۃ اور عشر کی رقوم سے قرض حسنہ بھی نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ کیا مقروض کی عشر کی رقوم سے امداد کی جا سکتی ہے۔ کس قسم کے مقروض کو امداد دی جا سکتی ہے۔ زراعت پیشہ آبادی اکثر کسی نہ کسی وقت مقروض ہوتی ہے۔ اور اسے حکومت سے برائے خرید پیداواری ضروریات قرضہ لینا پڑتا ہے۔ یعنی انجمن ہائے امداد باہمی یا تجارتی بنک خاصا قرضہ اس کے لئے بلاسود یا معہ سود دیتے رہتے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ حکومت کی طرف سے اسکی اجازت یا ممانعت کو صراحت کے ساتھ بیان کر دیا جاوے۔ تاکہ دو عملی کی صورت میں پریشانی نہ ہو۔ اس معاملہ پر بھی غور کرنا ہوگا کہ کتنی امداد اور کتنے عرصہ کے لئے امداد دی جا سکے گی۔ اور کس قسم کے قرضوں کے لئے یہ امداد دی جا سکے گی۔ اور اس کا فیصلہ کن رہنما اصولوں کی بناء پر کیا جا سکے گا۔

دوسرا مسئلہ تصفیہ طلب یہ ہے کہ "فی سبیل اللہ" کا کیا مفہوم ہے اس کے متعلق قدیم اور جدید علماء میں اختلاف رہا ہے۔ مسالک اربعہ تو اسے صرف جہاد یا حج کے اخراجات تک محدود کرتے ہیں۔ سنٹرل زکوٰۃ کونسل کی خصوصی کمیٹی نے اس کا تصفیہ کرنے کے لئے ایک سوالنامہ جاری کیا تھا۔ تاکہ علماء اور ماہرین کی رائے کی روشنی میں "فی سبیل اللہ" کے مفہوم کو متعین کر دیا جاوے۔ ابھی تک میری نظر سے حکومت کا فیصلہ نہیں گذرا۔ میں نے اس

مسئلہ کے متعلق اپنے دوسرے مضمون "عشر کا دیہی معیشت پر اثر" میں علماء کی رائے درج کی ہے اس کا اعادہ مناسب نہیں۔ البتہ یہاں اتنا ذکر کرنا مناسب ہے کہ امام رازیؒ علامہ سید سلیمان ندویؒ مولانا مودودی کی رائے میں فی سبیل اللہ "(یعنی راہ خدا) کا وسیع مفہوم ہے۔ اور ہر نیکی اور خیر کے کاموں پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اگر عشر کی رقوم کو صرف غرباء، مساکین، فقراء، بیوگان، معذوران، اپاہج، یتامیٰ، کی امداد اور بحالی کے لئے محدود کیا گیا تو اس سے فائدہ تو ضرور ہو گا۔ مگر اسلامی رفاہی اور فلاحی نظام کی ابتدا نہیں ہو سکیگی۔ بہر حال حکومت کے فیصلہ تک مزید گذارشات کی گنجائش نہیں۔

بہر حال یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حکومت اُن اغراض کے متعلق لوکل کمیٹیوں کی رہنمائی کرے جن پر اخراجات شریعت کے مطابق جائز ہیں اگر ایسا نہ کیا جا سکا تو خاصی پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اس کا جلد تصفیہ اور اعلان وقت کی ضرورت ہے۔

۲۔ آج کل تو عام طور پر مستحقین کو نقدی کی صورت میں وقتاً فوقتاً امدادی رقوم دی جاتی ہیں۔ اس سے ان نادار، غریب اور معذور لوگوں کی امداد تو ہو جاتی ہے مگر اس سے بحالی کا اہم مقصد تشنہ تکمیل رہ رہا ہے۔ گو اس کام کو لوکل کمیٹیوں پر چھوڑنا درست اور قرین مصلحت ہے۔ مگر اس کے متعلق بھی حکومت کی طرف سے ان امور کی نشاندہی ضروری ہے جن کی بنا پر ان کی بحالی کا مقصد پورا ہو سکے گا۔ بالخصوص مختلف علاقوں میں مختلف شکلوں میں اس کام کو کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اگر ماہنامہ "الزکوٰۃ" اور ماہنامہ "... زکوٰۃ" ... مساعی کی تفصیلات باقاعدگی

سے شائع ہوتی رہیں تو وہ بھی رہنمائی کے لیے بے حد مفید ہوگا۔

۳۔ عشر کا لگانا اور وصول کرنا آسان کام نہیں۔ مگر میری رائے میں اس کا صحیح مصرف بے حد اہم اور مشکل کام ہے۔ عشر کی رقوم دیہی معاشرہ۔ دیہی معیشت کے لیے مفید ہو سکتی ہیں۔ اور دنیا کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مجوزہ نظام بر بنائے احکام خداوندی مختصر کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان رقوم کے مصرف سے شاندار نتائج پیدا ہوں۔ آج کل کی مادی دنیا عملی صورت کو دیکھ کر قائل اور مائل ہوتی ہے۔ لہٰذا حکومت اور قوم انہی ذمہ داریوں کی بنا پر اس نظام کو وہ عملی صورت میسر کریں جو اسلامی روایات کے مطابق ہو اور موجودہ ضرورتیں پوری کر سکے۔

۱۰۔ انتظام و انصرام | قانون عشر و زکوٰۃ ۱۹۸۰ء کی بنا پر حکومت نے حسب ذیل ادارے قائم کئے ہیں:

۱۔ مرکزی زکوٰۃ کونسل

۲۔ صوبائی زکوٰۃ کونسل

۳۔ ضلعی زکوٰۃ کمیٹی

۴۔ تحصیل یا تعلقہ یا ذیلی قسمت زکوٰۃ و عشر کمیٹی

۵۔ مقامی زکوٰۃ و عشر کمیٹی

ان پانچوں اداروں کی تشکیل۔ طریق کار۔ اختیارات۔ فرائض اور ذمہ داریوں کے متعلق قانون میں واضح ہدایات درج ہیں۔ یہ ادارے قائم ہو چکے ہیں اور مقامی کمیٹیوں اور تحصیل کمیٹیوں کی حال ہی میں بذریعہ محدود انتخابات دوبارہ تشکیل مکمل ہو چکی ہے۔ جس میں عوام الناس نے خاصی سرگرمی دکھائی۔ توقع کی جا رہی ہے

کہ اس جدید تشکیل کی بنا پر اور سابقہ تجربات کی بنا پر یہ کمیٹیاں اپنے فرائض کو کماحقہ سرانجام دے سکیں گی۔ اور اپنے اختیارات کو ذمہ داری اور ایمانداری سے استعمال کریں گی۔ اس کے انتظامی ڈھانچہ اور طریق کار پر ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔ تاہم چند گذارشات یہاں بھی مناسب ہوں گی۔

۱۔ سب سے اہم ذمہ داری مقامی کمیٹی کی ہے جس نے عشر کی تشخیص ایمانداری غیر جانبداری اور ذمہ داری سے کرنی ہے۔ تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ اس سے زیادتی ہوئی ہے یا کسی سے رعایت برتی گئی ہے۔ یہ کام بیحد مشکل ہے۔ آج کل مالیہ کی تشخیص اور وصولی کے لیے ایک بڑا محکمہ کام کرتا ہے اور اس کے لئے بورڈ آف ریونیو۔ کمشنر صاحبان۔ ڈپٹی کمشنر صاحبان اسٹنٹ کمشنر صاحبان۔ تحصیلدار۔ نائب تحصیلدار۔ گرداور۔ پٹواری اور اسی طرح محکمہ انہار کے کلکٹر وغیرہ تب بھی یہ کام مشکل سے وقت پر ختم کیا جا سکتا ہے محکمہ مال کے افسران و کارکنان تربیت یافتہ۔ تعلیم یافتہ۔ ہمہ وقتی کارکن ہوتے ہیں اب یہ کام مقامی کمیٹیوں کے سپرد ہو گیا ہے۔ اللہ کرے کہ وہ اس نازک ذمہ داری کو پورا کرنے میں کامیاب ہو جائیں بہرحال مقامی کمیٹی کے ممبران کی تربیت و رہنمائی کی اشد ضرورت ہے اور حساب کتاب رکھنے میں امداد و نگرانی بھی ناگزیر ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مقامی کمیٹیوں کو اچھے کارکنان (عاملین) رکھنے کی فوراً اجازت دی جاوے تاکہ عشر کے متعلق ابتدائی کام شروع کیا جا سکے۔ کیونکہ یہ کام ڈھیر سارا ہے۔ بغیر عملہ کے یہ کام نہیں ہو سکے گا۔

۲ عوام الناس، بالعموم اس امر سے تو واقف ہو چکے ہیں کہ اسلامی نظام کو نافذ

کرنے کے لیے زکوٰۃ اور عشر لینے اور لگانے کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ زکوٰۃ کے سلسلے میں تو صاحب نصاب سے زکوٰۃ دو سال سے وصول ہو رہی ہے۔ اس طرح زکوٰۃ کے قانون اور ضابطے سے بالعموم خاصی واقفیت پیدا ہو گئی ہے ویسے بھی زکوٰۃ کا مسئلہ آسان تھا کیونکہ وہ بنکوں میں رکھی ہوئی رقوم سے حسب ضابطہ و شریعت کاٹ لی جاتی رہی ہے۔ عشر کا قانون مختلف ہے۔ گو اس کا ضابطہ بھی قابل فہم ہے لیکن عشر ایسے طبقے پر لگے گا جو بالعموم ناخواندہ ہے اور قانون و قواعد کو صحیح طور پر سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لیے ضروری ہے کہ قانون اور ضابطہ کے متعلق کاشتکاروں کی واقفیت کے لیے ایک مہم چلائی جائے تاکہ انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو۔ علاوہ ازیں اس مہم کے ذریعے یہ بھی بتلانا پڑے گا کہ عشر کی ادائیگی ایک دینی فریضہ ہے۔ یہ عبادت کا درجہ رکھتی ہے اور وعدہ خداوندی ہے کہ اللہ کا حق دینے کے بعد اللہ کی زمینیں اور برکت زرعی پیداوار کے لیے وقف ہو جائیں گی اس کے متعلق ذرائع ابلاغ بالخصوص ریڈیو سے خاصا استفادہ کرنا پڑے گا اب چونکہ عشر کا قانون نافذ ہو چکا ہے تو ریڈیو خاص پروگراموں کے ذریعے کاشتکاروں میں واقفیت اور آمادگی پیدا کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے ممبران کو بھی اپنے اپنے حلقے میں یہ اہم کام اپنی صوابدید کے مطابق اور محل و موقع کو مدنظر رکھتے ہوئے کرنا پڑے گا۔ دراصل حکومت کے تمام کارکنان کو اس قانون اور ضابطے سے واقفیت حاصل کرنی پڑے گی تاکہ وہ متعلقہ اشخاص کو بروقت صحیح اطلاعات میسر کر سکیں اس کے علاوہ عشر کے متعلق قابل فہم آسان اور سادہ الفاظ میں جملہ معلومات بذریعہ پمفلٹ

اور اخبارات کے ذریعہ مہیا کرنا بھی مفید ہو سکتا ہے۔ بہر حال ضرورت اس امر کی ہے کہ کاشتکار طبقہ عشر کی اہمیت و ضرورت کے متعلق قائل ہو جائے اور اسے ضابطہ عشر سے مکمل واقفیت ہو جائے تاکہ وہ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونے پائے۔

۳۔ فصل ربیع ۸۳-۱۹۸۲ء کی کارروائی میں حکومت کی زیادہ دلچسپی کی بے حد ضرورت ہے چونکہ عشر کی ابتدا ہو رہی ہے اور اس میں کئی مسائل اور مشکلات پیدا ہونا ناگزیر ہیں۔ اس لیے اس بات کا خاص اہتمام ضروری ہے کہ ہر مرحلے پر مقامی کمیٹیوں کو راہنمائی اور امداد ملتی رہے تاکہ کسی غلط روش کا رواج نہ پڑ جائے۔

۴۔ عشر کا عائد کرنا بھی خاصا مشکل کام ہے مگر اس کی وصولی اس سے بھی زیادہ مشکل ہے حکومت نے اپنے واجبات کو وصول کرنے کے لیے بڑے بڑے مفصل اور موثر قوانین مرتب کئے ہوئے ہیں اور ان کی وصولی کے ...

بہت سارا عملہ تعینات کیا ہوا ہے تب بھی پورے واجبات وصول نہیں ہو پاتے اور آئے دن اخبارات میں یہ خبریں چھپتی رہتی ہیں کہ فلاں محکمے میں اتنا روپیہ سرکاری واجبات کا قابل وصول رہ گیا ہے۔ وصولی مقامی کمیٹی کے ذمہ لگائی گئی ہے اور ہونا بھی ایسے ہی چاہیئے تھا۔ مجھے امید ہے کہ مقامی کمیٹیاں ان فرائض کو کماحقہ خوش اسلوبی سے ادا کر سکیں گی مگر یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلی فصل کا عشر یعنی ربیع ۸۳-۱۹۸۲ کے عشر کی وصولی کے لیے مقامی کمیٹیوں کو حکومت کی طرف سے مسلسل رہنمائی اور امداد ملتی رہے۔ بالخصوص اس امداد کی ضرورت کی وجہ یہ ہے

کہ آج کل چھوٹے مالکان اراضی مالیہ اور ترقیاتی ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ ہیں یعنی ہر وہ مالک جو ۲۵ ایکڑ آب پاشی رقبہ یا ۵۰ ایکڑ غیر آب پاشی رقبہ کی ملکیت رکھتا ہے اس پر کسی قسم کا ٹیکس نہیں ہے کیونکہ عشر کی شرح بھی زیادہ ہوگی اور یہ نئی ادائیگی ہوگی اس لیے اس میں تامل یا ہچکچاہٹ کا ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ اندریں حالات حکومت کی موثر اور بروقت امداد سے ہی عشر کی وصولی ممکن ہوسکتی ہے۔ مقامی کمیٹیوں کی یہ اشد ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

۵۔ وزارت مذہبی امور نے اس امر کی بے حد کوشش کی ہے کہ ضابطہ آسان سادہ اور قابل عمل ہو باوجود اس کے بھی کئی قسم کے رجسٹر اور کئی قسم کی رسیدیں بنائی گئی ہیں اور اب عشر کے نفاذ کے بعد ان رجسٹروں اور رسیدوں میں اضافہ ہوجائے گا۔ ان کی تکمیل خاصی مشکل ہے۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ عشر کے رجسٹرات وغیرہ کی تیاری و تکمیل کے لیے خاص رہنمائی اور امداد میسر کی جائے۔ ممبران کمیٹی کو اس کی اشد ضرورت ہے ورنہ دانستہ یا نادانستہ طور پر غلطیاں ہو جائیں گی اور اگر ابتدا میں یہ غلطیاں ہوگئیں تو پھر بعد میں درست نہ ہوسکیں گی اس لیے پہلی فصل کے عشر کی عائد گی اور وصولی کے لیے خصوصی امداد کی ضرورت ہے ضابطے میں کچھ مشکلات بھی نظر آتی ہیں مگر یہ عملی صورت کے وقت دیکھا جاسکے گا کہ کیا ضابطے کے تقاضے پورے ہوسکتے ہیں۔ اور کیا مقامی کمیٹی اس کی استعداد رکھتی ہے بہر حال تجربے کی روشنی میں اس ضابطے کو سمجھنے اور سمجھانے کی صورت تدریجاً ظاہر ہوتی رہے گی۔

پنجاب میں عُشر کی وصولی بالعموم نمبردار صاحبان کی معرفت ہوگی۔ اور اُن کو معاوضہ بھی موجودہ شرح وصولی مالیہ کے مطابق ملے گا۔ مالیہ کی وصولی کے متعلق تو نمبرداران کے لئے کئی قواعد و ضوابط مرتب شدہ ہیں۔ سوال حل طلب یہ ہے کہ کیا عشر کی رقوم کی وصولی کے لئے نمبرداران کو انہی قواعد و ضوابط کے ماتحت کام کرنا پڑے گا۔ اگر خدانخواستہ کوئی نمبردار عُشر کی وصول شدہ رقم داخل نہ کرے تو اُس کے خلاف کیا کارروائی ہو سکے گی۔ اور اس کارروائی کو کون شروع کرے گا۔ اور اس کے لئے کیا ضابطہ مقرر کیا گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اِس امر کے متعلق حکومت نے لائحہ عمل تیار کیا ہوگا۔ تاکہ عشر سے وصول شدہ رقوم کو وقت پر نمبرداران داخل کریں چونکہ میری نظر سے ابھی کوئی ایسا ضابطہ نہیں گذرا تھا لہٰذا میں نے اس سوال کو اٹھانا مناسب سمجھا ہے۔

مختصراً مقامی کمیٹی کی ذمہ داری اہم اور نازک ہے۔ اور اسے باخبر رکھنا اِس کی امداد دیتاری و دیکھ بھال کا غذات و رجسٹرات و وصولی رقومات عشر بے حد ضروری ہے۔

متفرقات: قانون زکوٰۃ و عشر ۱۹۸۰ء کی رُو سے عشر گذار ادائیگی مالیہ و حبوب سے مستثنیٰ ہوں گے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ عشر کی رقوم بمقابلہ مالیہ اور حبوب زیادہ ہوں گی۔ لہٰذا یہ امر غور طلب ہے کہ لوکل ریٹ کی ادائیگی سے بھی عشر گذار کو مستثنیٰ قرار دے دیا جائے۔ اور ساتھ ہی پراپرٹی ٹیکس اور ہمچو دیگر ٹیکسوں کا بوجھ عشر گذار پر نہ ڈالا جاوے۔

قانون کی رو سے وہ اثاثے جن پر زکوٰۃ لی گئی ہو دولت ٹیکس کی وصولی سے خارج رہیں گے۔ یہ امر غور طلب ہے۔ کیا عشر والے اثاثے یعنی اراضی بھی دولت ٹیکس سے خارج متصور کئے جاویں۔

۱۲۔ کاشت کاروں کے مطالبات

عشر کے سلسلہ میں بالعموم کاشت کاروں کی طرف سے حسب ذیل امور کی طرف خاص توجہ دلائی جاتی رہی ہے۔

۱۔ چونکہ امام ابو حنیفہؒ کے ارشاد کے مطابق لکڑی، بانس اور گھاس عشر کی ادائیگی سے مستثنیٰ ہیں۔ اور امام ابو یوسف۔ سید سلیمان ندوی۔ مولانا مودودی کی رائے میں سبزیات بھی مستثنیٰ ہیں۔ بلکہ ہر وہ چیز جو ذخیرہ کرنے کے قابل نہ ہو۔ مستثنیٰ ہے لہٰذا ہر قسم کی تمام زرعی جنگلاتی پیداوار پر عشر لگانا خلاف شریعت معلوم ہوتا ہے اس لیے فقہاء کی رائے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے "پیداوار" کی تعریف پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

۲۔ پیداوار کے اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ جیسا کہ حکومت کے اپنے اداروں کے اعداد و شمار سے ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا ۲۵ یا ۳۳ فیصد کٹوتی برائے پیداواری اخراجات حقیقت پسندانہ نہیں ہے۔ اس پر نظر ثانی کی جانی ضروری ہے۔

۳۔ چونکہ اب عشر کے نظام کا آغاز ہو چکا ہے۔ اور اس سلسلہ میں بہت سارے مسائل ابتدائی مراحل میں پیدا ہوں گے لہٰذا مرکزی زکوٰۃ کونسل و صوبائی کونسلوں اور ڈسٹرکٹ کمیٹیوں میں کاشتکاروں کو زیادہ نمائندگی دی جاوے تاکہ وہ کاشت کاروں کا نقطہ نظر پیش کر سکیں۔ اور مسائل کے احسن طریق پر حل کرنے کی تجاویز پیش کر سکیں۔

۴۔ ان چھوٹے کاشتکاروں کے لیے عشر رضاکارانہ ہو۔ جو آج کل زرعی ٹیکسوں سے بوجہ کمزور مالی حالات مستثنیٰ ہیں۔ جیساکہ مزارعین کے لیے اجازت دی گئی ہے۔

۵۔ اب چونکہ زرعی پیداوار پر شرعی عشر لگ گیا ہے۔ لہٰذا اب حکومت زرعی پیداوار کے قرضوں پر سود کی غیر شرعی رقم وصول نہ کرے۔ سابقہ قرضوں میں بھی اب یہ رعایت دیجاوے۔

۶۔ عشر گذار سے لوکل ریٹ۔ دولت ٹیکس۔ محصول چونگی۔ مارکیٹ فیس وغیرہ وصول نہ کئے جاویں۔

۷۔ عشر کی رقومات کے اخراجات کے لیے "فی سبیل اللہ" کا وسیع مفہوم منظور کیا جاوے۔ جیساکہ امام رازیؒ۔ سید سلیمان ندوی۔ مولانا مودودی کا ارشاد ہے۔ تاکہ دیہی معاشرہ کے لیے سہولتیں اور دیہی معیشت کے لیے توانائی میسر ہو سکے۔

۸۔ قانون عشر و زکوٰۃ اور قواعد کو کاشتکاروں کی آگاہی کے لیے مسلسل مشتہر کیا جائے۔ تاکہ ہر قسم کے خدشات و شبہات کا ازالہ ہوتا ہے۔

۹۔ شرح پیداوار اور شرح قیمت فصلات نہ صرف حقیقت پسندانہ ہوں بلکہ ان میں ممکنہ یکسانیت بھی ہو، تاکہ کسی قسم کی بدگمانی پیدا نہ ہو سکے حکومت نے پہلے ہی بذریعہ قواعد اس امر کا اہتمام کیا ہے کہ شرح پیداوار اور شرح قیمت دونوں کم ہو اس کام کو سرانجام دینے کے لیے حکومت رہنما اصول متعین کرے تاکہ کسی کو اس سلسلہ میں نقصان نہ ہو۔

۱۰۔ گو حکومت نے پہلے ہی اس امر کی قابل قدر کوشش کی ہے۔ کہ نظام عشر قابل فہم اور قابل عمل ہو۔ تاہم اس کے متعلق۔ کاشتکاروں کی پیش کردہ تجاویز پر ہمدردانہ غور کیا جاوے تاکہ اس نظام کو کاشتکاروں کا تعاون [illegible]

۱۱- اختتامی کلمات: حکومت اور بالخصوص وزارت مذہبی امور نے قانونِ قواعد نظام۔ اور انتظامی ڈھانچہ برائے عائدگی و وصولی عشر قابل تعریف اور قابل قدر کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ پاکستان اس پر بجا طور فخر کر سکتا ہے۔ کہ اس شرعی حکم کی تعمیل کے لیے اس نے منفرد کام کیا ہے۔ جو دوسرے مسلم ممالک کے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکتا ہے میں نے تجزیہ کرتے وقت کچھ تجاویز پیش کی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان پر پہلے سے ہی غور کیا جا رہا ہو گا۔ اور ان پر مجددانہ غور سے نظام عشر کو زیادہ قابل قبول بنانے میں بڑی مدد ملے گی۔

نادر مخطوطات کے تفصیلی کوائف محققین کے لیے قیمتی تحفہ

فہرست مخطوطات

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری

تالیف و ترتیب

مولانا سید محمد متین ہاشمی

ڈائریکٹر ریسرچ سیل

ساجد الرحمٰن صدیقی و حافظ غلام حسین

جلد اول، قیمت مجلد ۴۰/۰۰ پیپر بیک ۳۰/۰۰ روپے، فہرست مخطوطات جلد دوم مجلد ۵۰/۰۰ پیپر بیک ۴۰/۰۰ روپے
فہرست مخطوطات جلد سوم مجلد ۶۰/۰۰ پیپر بیک ۵۰/۰۰ روپے فہرست مخطوطات جلد چہارم (زیر طبع)۔

ملنے کا پتہ: مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ لاہور